ڈاکٹر شاہد نوخیز اعظمی

شعبۂ فارسی

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد-۳۲

چندر بھان برہمن کی فارسی شاعری

Chandar Bhan was India's first Hindu Persian poet who had his poetry book. Chandar Bhan was one of the Sufi poets of India. In his book, the symbols and points of Sufism, thoughts and awareness can be seen everywhere. In his Persian poetry and prose work, he has provided us with an authoritative and unbiased source of his time by presenting the literary, historical, social and cultural background of the contemporary situation of this era. This article critically examines Chandar Bhan's Persian poetry.

ہندوستان میں فارسی زبان و ادب کی نشو نما کا سلسلہ مغلوں سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا اور بتدریج ارتقائی منزلیں طے کرتا رہا، غزنوی فرماں روا، مملوک سلاطین، خلجی اور تغلق گھرانوں نے اپنے اپنے عہد میں اپنی حدود سلطنت میں اپنی بساط کے مطابق فارسی زبان و ادب کے فروغ کے لیے ہر امکانی کوشش کی۔ مغلوں کے زمانہ میں اکبر و جہانگیر کے دور میں فارسی کی ترقی و ترویج بے مثال رہی۔ دوسری زبانوں کی اہم اور ممتاز کتابوں کے فارسی میں تراجم کیے گئے۔ فارسی زبان میں مختلف موضوعات پر تصانیف و تالیف کا سلسلہ مستقل جاری رہا۔ شہنشاہ جہانگیر خود بڑا صاحب ذوق ادیب اور انشاء پرداز تھا۔ اس کی توزک فارسی نثر کے شاہکاروں میں شمار کی جاتی ہے۔ ہندوستان کے سلاطین و امرا کی فیاضیوں سے تشویق پا کر بیشتر ایرانی شعرا کشاں کشاں ادھر چلے آتے تھے اور شاہی دربار اہل علم و فضل اور اربابِ فن کی آماج گاہ بنے ہوئے تھے۔

چندر بھان برہمن کا دور سلطنت مغلیہ کا سنہرا دور تھا۔ اور شاہجہاں نے بھی اپنی شاہانہ سرپرستیوں کے ذریعہ علوم و فنون کے ارتقا کے سلسلہ کو جاری رکھا تھا اور فارسی شعر و ادب کو غیر معمولی ترقی ہوئی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے دوش بدوش بہت سے غیر مسلم بھی اس زبان میں اپنے خیالات پیش کرنے لگے۔ جن میں ایسے روشن خیال ہندو بھی تھے جو مثنوی مولانا روم اور اسلامی تصوف کی کتابوں کے بہت سے نظریات سے اتفاق رکھتے تھے اور ان میں روحانی مفاہمت کا سلسلہ جاری تھا۔ ان اہل ہنود علما و فضلا نے اپنی حیرت انگیز نگارشات سے فارسی علم و ادب کے فروغ کا سامان مہیا کیا، داراشکوہ کی نگرانی میں ویدانتوں اور ہندو موحدین کے خیالات کو زیادہ محنت سے فارسی میں منتقل کیا جانے لگا۔ اس سلسلے میں جوگ وشسٹ کا

ترجمہ سراکبر کی تالیف قابل ذکر ہے۔ اپنشدوں کے پچاس ابواب کا فارسی میں ترجمہ بنارس کے پنڈتوں کی مدد سے کیا گیا۔ان اہل علم وفضل حضرات میں چندر بھان برہمن انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔جس نے اپنی فارسی شاعری اورنثری شہ پاروں میں اس عہد کے معاصرانہ حالات کا ادبی ،تاریخی ،سماجی اورثقافتی پس منظر پیش کرتے ہوئے ہمیں اپنے دور سے متعلق مستنداور غیر جانبدارانہ مآخذ فراہم کیے ہیں جس کے ذریعے اس عہد کا ایک سیکولر اور عظیم تر ہندوستان جلوہ نما ہوتا ہے۔ چندر بھان برہمن اس دور کا مشہور شاعر تھا اس کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ ہندوستان کا پہلا فارسی صاحب دیوان ہندوشاعر تھا، برہمن کا شمار صوفی شعرامیں ہوتا ہے کیوں کہ اس کے ضخیم دیوان میں جگہ جگہ تصوف کے موز ونکات، افکار و آگہی،اور خدائے واحد کی پرستش نظر آتی ہے اور یہی مسلم صوفی شعرا کا موضوع رہا ہے، برہمن بھی ایک پرسوز دل رکھتا تھا اور درویشی کا جذبہ اس کے رگ وپے میں سرایت کر گیا تھا، ایام جوانی میں بھی ایک باراس جذبہ نے سر اٹھایا اور دنیا کی بندشوں سے آزاد ہونا چاہا مگر فقرا فضلا اور علما کی صحبتوں نے اسے ٹھنڈا کر دیا اور صرف ٹھنڈا ہی نہیں کیا بلکہ وہ سکون اور اطمینان بخشا کہ بندشِ روزگار کے ساتھ ساتھ آزادی سے جیتا رہا اور اپنے مسلک ،عقیدے اور افکار پر کبھی آنچ نہ آنے دی۔ وہ خود کہتا ہے کہ اسے جب جب بھی روزگار کی زنجیر سے چھوٹنے کی فرصت ملتی فوراً درویشوں اور گوشہ نشین بزرگوں کی صحبت اختیار کرتا وہ وحدت الوجود کا حامی اور قائل تھا اپنی ایک غزل میں اس مضمون کو کس دل نشیں پیرایہ میں ادا کیا ہے:

بانی خانہ و بتخانہ و میخانہ یکیست
خانہ بسیار ولے صاحب ہر خانہ یکیست
دو سہ روزی بجہان جلوہ کنان باید بود
نزد ارباب خرد رفتۂ آئندہ یکیست
عیب کم گیر اگر اہل خطا بسیارند
این ہمہ قابل عفوند چو بخشندہ یکیست
چون سر از رشتۂ توحید بر آرند ہمہ
پیش ارباب نظر عاقل و دیوانہ یکیست
ہر کہ آمد ز جہان گذر آن خواہد رفت
برہمنؔ آنکہ بود باقیٔ و پائندہ یکیست

برہمن کی شاعری میں مراحل تصوف وطریقت ، بے ثباتی ،اورتغزل کی عمدہ مثال ہے،اسکی شیریں بیانی، مذاق سلیم اور فصاحت وبلاغت نے ایسی دلآویزی بنادی تھی کہ دارا جیسا سخن شناس اسکا معتقد ہو گیا تھا،کلیات برہمن کے مطالعہ سے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کلام فطرت کے ہر راز کی عکاسی کرتا ہے، برہمن کے قوت خیال کی پرواز، دل کشی کی بے عینی، وسعت نظر، عالمگیریت، انسانی اخوت اور جوہر تاثیر نے اسے وہ مقام عطا کر دیا تھا جہاں وہ پہنچنا چاہتا تھا، برہمن کی غزلوں میں بلند پروازی، شوکت الفاظ، نازک خیالی، تازگی، بندش، صفائی کلام، صحت زبان، چستی ترکیب، خوبی محاورہ وخیالاتِ اعلیٰ کا بہترین امتیاز دیکھنے کو ملتا ہے اور ان تمام کے تمام حربوں کے باوجود اشعار اتنے عام فہم ہیں کہ معمولی تعلیم یافتہ بھی اس کو سمجھ کر داد دے سکتے ہیں، چست بندش، برجستہ ترکیب، بیساختہ پن اس کے کلام کی خوبی ہے، برہمن کی شاعری کے بارے اور اس کی افکار صوفیانہ پر ڈاکٹر ظہور الدین احمد اپنی تصنیف ''پاکستان میں فارسی ادب'' کے صفحہ ۱۰۴ پر لکھتے ہیں کہ:

''اس کے دیوان میں مراحل تصوف وطریقت، بے ثباتی دنیا، زندگی ناپائدار پر افسوس، شیوۂ رضا وتسلیم، ہوس بیجا سے پرہیز، ترک مدعا، اور صلح کل کے مضامین جا بجا ملتے ہیں، صوفیاء کے ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ صوفی عشق خداوندی میں تمام دنیاوی تعلقات سے الگ ہو کر محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے، لیکن بعض کا عقیدہ ہے کہ وہ دنیا کی قیود میں بھی رہے اور پھر اپنے دل کو ان بندھنوں سے آزاد رکھے۔ کثرت میں رہے لیکن خلوت کا ہم نشیں رہے، برہمن بھی اس خیال کا موید تھا، اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''سلسلۂ آفرینش منوط باسباب تعلق است، رہائی و نجات از آن مقدور بشر نہ، دریں صورت دست با کار و دل با یار داشتن و در عین کثرت، خلوت نمودن-- آئین پسندیدہ است۔'' اس خیال کو شعر میں یوں ظاہر کیا ہے:

خلوت آن باشد کہ در کثرت بدست افتد ترا

مرد دانا درمیان عالمی تنہا نشست''

اس کے ہم عصر محمد صالح کنبوہ لکھتے ہیں کہ: ''اگر چہ بظاہر زنار بند است اما سر از کفر بر می تابد و ہر چند بصورت ہندو است اما در معنی درِ اسلام می زند۔'' اس قسم کے اسلامی افکار واحساسات کے باوجود وہ اپنے آپ کو برہمن زناردار کہتا ہے:

مرا برشتۂ زنار الفتی خاص است

کہ یادگار من از برہمن ہمین دارد''

برہمن کی شاعری کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسکا دل عشق سے لبریز ہے، اور وہ اس عشق کی انتہا تک پہنچ جانا چاہتا ہے یعنی ساری حدوں کو پار کر جانا چاہتا ہے، لیکن عشق اور عاشق کی پرانی روایت اسے پسند نہیں، کیوں کہ اسے ظاہر

داری سے سخت نفرت ہے، عشق کے مضمون پر طوطیِ ہند حضرت امیر خسرؔو فرماتے ہیں کہ:

ہر شب از شوق جامہ پارہ کنم
عاشقم عاشقم چہ چارہ کنم

اس مضمون کو برہمن اس دل کش انداز میں پیش کرتا ہے:

خوش بود چوں سرو و پا در زیر داماں داشتن
غنچہ آساں بودن و سر در گریباں داشتن
در خیال ماہ روئ او بشبہائ فراق
ہمچو ابر تیرہ باید چشم گریاں داشتن
لخت دل بسیار می آورد بر مژگاں ھجوم
عشق اگر تجویز میکردی ز ساماں داشتن
ھست در بزم محبت شرط اول درمیاں
سوختن نا خویشتن ولب چوں خنداں داشتن
دست اگر داری برہمنؔ جامۂ جاں چاک کن
تنگ دارد عشق از چاک گریباں داشتن

برہمنؔ کے دل میں جس عشق کی تڑپ نظر آتی ہے اس میں سچائی اور خلوص کی جھلک جلوہ گر ہے، وہ اس عشق کی تڑپ کے ساتھ مزے لے رہا ہے:

باید بہ داغ پای نمك سود زیستن
بودن تمام آتش و بی دود زیستن

برہمنؔ کے اس درد کے بارے میں مصنف عمل صالح جلد سوم صفحہ ۴۳۴ پر لکھتا ہے کہ ''ہنگام خواندن اشعار روان آب از چشمہای او روان می شود۔ سخن را بچشم تر آب می دہد و دایم مژہ تر می دارد و دم از درد طلب می زند۔'' عشق نے اسے وہ محبت عطا کی تھی جس کا وہ خواہاں تھا، وہ خالق کی ہر مخلوق سے یکساں محبت رکھتا تھا، اور تفریق کو وہ عشق نہیں سمجھتا تھا کہتا ہے:

عاشق آنست کہ سر را ز قدم نشناسد

بندۂ عشق شود دیر و حرم نشناسد

برہمنؔ کی شاعری کے بارے میں مرتب دیوان برہمن محمد امین طبع انجمن آسیائی ۲۰۰۸ء صفحہ غ۔ق پر شعر وسخن برہمن کے عنوان سے رقم طراز ہیں کہ:

''برہمنؔ را این وصف خدادا میباشد کہ کلامش از جملہ عیوب و نقائص شعری پاك و صاف است۔ چستیٔ ترکیب و گرمی کلام عبار تست از روح روان شاعری وی کہ نجابت و شرافت دارد۔ کلام وی کہ از ہر نوع دولت دینی و دنیوی مالا مال است۔ در ان از ہیچ نوع سقم گذرنیست و این فضیلت و برتری علمی و زباندانی وی میباشد راجع بہ چستیٔ ترکیب برہمن میگوید:

از سخن پیداست طرز ہر سخندان برہمنؔ

رشتۂ نظم مسلسل تا ثریا می برند

عشق نے برہمن کو وہ قوت اور، بلند فطرت عطا کی ہے کہ وہ فرشتہ صیدی اور یزداں گیری تو نہیں البتہ حل مشکلات اور اسرار مخفی کے انکشافات کا ملکہ ضرور بخشا ہے، اس نقطۂ نظر سے ہندو شعرا میں برہمن کا درجہ بہت بلند ہے اور وہ ہندوؤں میں پہلا شاعر ہے جس کے قلم سے خودی اور بلند نگہی کے مضامین نکلے ہیں۔ عشق نے ہی اسے دور بین نگاہ عطا کی ہے جس کے مقابلے میں کائنات کی وسعتیں ہیچ نظر آتی ہیں:

ما معتقد ہمت صاحب نظرانیم

کونین بود مختصر اندر نظر ما

☆☆☆

برہمن از نظرم راز چرخ مخفی نیست

کہ ہر چہ ہست در آئینہ گاہ من است

برہمن نے اپنی خاندانی ثقافت، درویش منشی اور تعلیم وتربیت کے اثر سے عشق مجازی کے ہیر پھیر نہیں دیکھے اگر جوانی میں کہیں غلط نظری سے کسی بت شوخ وشنگ سے واسطہ پڑا ہو اور تار ہائے دل میں جنبش ہو تو اشعار میں اس کا برملا اظہار نہیں

ہوا، البتہ روایتی طور پر کہیں کہیں کسی محبوب کے چہرے ابرو زلف اور کمر کی تعریف کی ہے لیکن عشق مجازی کے ان اوصاف کو عشق حقیقی کے معنی بھی پہنائے جا سکتے ہیں۔

برہمن کا ہر شعر صنعتوں سے پر نظر آتا ہے، جن میں سے بعض شعر ایسے ہیں کہ صنائع و بدائع کا جامع ہیں، اگر اس کا ایک شعر چند صنائع و بدائع کے ثبوت میں لکھا جاتا کافی تھا، مگر اس حالت میں طرز کلام کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا اس لیے ہم یہاں ہر صنعت کے اشعار سے الگ الگ شعر پیش کرنے کی کوشش کریں گے، جس میں سب سے پہلے صنعت تضاد ہے۔

یہ وہ صنعت ہے جہاں دو لفظ جن کے معنی مختلف ہوں ایک جگہ جمع ہونے سے بنتی ہے، برہمن کی شاعری میں ایسے اشعار کی بھر مار ہے مثال ملاحظہ کریں:

عیب کم گیر اگر اہل خطا بسیارانہ

ایں ہمہ قابل عضرند چو بخشندہ یکیست

صنعت مراعات النظیر: یہ صنعت ایسے الفاظ کے جمع ہو جانے سے کہ جو آپس میں باہم مناسبت رکھتے ہوں، پیدا ہو جاتی ہے، قدمائے فارسی نے اس صنعت کا استعمال نہایت خوبی سے کیا ہے، متاخرین میں محمد حسین آزاد دہلوی کی زبان نے یہ صفت عالم بالا سے پائی تھی ان کے کلام کا قبول عام اسی راز میں پنہاں ہے۔ برہمن کے یہاں بھی اس صنعت میں کچھ اچھے اشعار دیکھنے کو مل جاتے ہیں مثلاً:

زلف مشکینش پریشان کرد سنبل را بخاك

طرہ او صد گرہ بر طرہ شمشاد بست

☆☆☆

مرغ دل کسے رود از دام ہوائے تو بروں

خویش را بستہ بیك رشتہ احساں دارم

صنعت تشابہ الاطراف: یہ وہ صنعت ہے جس میں کلام کا اس طرح سے دوسری شے کے ساتھ تمام کرنا ہو جو ابتدا کے ساتھ نسبت رکھتی ہو، برہمن کے کلام یہ صنعت بھی خوب نظر آتی ہے جس کی مثال یہ ہیں:

رنگ رخ تو آب دہِ چہرۂ گل است

زلف کج تو تاب دہِ شاخ سنبل است

☆☆☆

مرا ز زلف دلآویز تار مو کافیست

تبسمی ز لب یار تند خو کافیست

صنعت ایہام: یہ صنعت ایک لفظ کے دو معنی ہونے سے پیدا ہوتی ہے، ایک معنی مراد ہوں اور دوسرے نہ ہوں، لیکن اول اور آخر لفظ کے ساتھ مناسبت ہو، کہتے ہیں سلمان ساوجی اس صنعت کا آدم ہے، یہ صنعت مضمون بندی کی اعلیٰ صنعت خیال کی جاتی ہے، برہمن نے اسے خوبصورتی سے اشعار میں پرویا ہے:

فروغ صبح سعادت بود نصیب کسے

کہ تار چشم بشبہائے تار می بندد

☆☆☆

جز ایں قدر کہ کند مائل پریشانی

بزلف نسبت باد صبا نفنجیدم

صنعت مبالغہ: یہ صنعت کسی بات کے ناممکن درج تک پہنچ جانے سے پیدا ہوتی ہے، اس صنعت کا استعمال فارسی شاعری کے اساتذۂ فن نے کیا ہے کیوں کہ برہمن اپنی شاعری کو ہر لحاظ سے مکمل کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے بھی اس صنعت کا استعمال کیا اور خوب کیا:

شبی خیال سر زلف او گذشت بدل

تمام عمر چو زلفم بہ پیچ و تاب گذشت

☆☆☆

ز تلخہائے شیریں آنچہ بر فرہاد می آید

اگر آہستہ گویم سنگ در فریاد می آید

حسن تعلیل: اس کی اصلیت یہ ہے کہ ایک چیز کسی بھی چیز کی علت فرض کر لی جائے، جو حقیقتاً اس کی علت نہ ہو، اصل میں یہ صنعت تخیل کی بلند پروازی سے پیدا ہوتی ہے، کہ جس کی قوت تخیل ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ جہاں تک کسی اور کا خیال نہ پہنچ سکے، اس میں اس وقت ایک خاص لطافت پیدا ہو جاتی ہے جب وہ وصف بھی جس کی علت بیان کرنی ہے تخیل پر مبنی ہو، اس صنعت کا استعمال عرفی شیرازی کے یہاں جس پایہ کا نظر آتا ہے کوئی اور شاعر اس کا عکس بھی نہ پا سکا۔ برہمن

نے بھی کوشش کی، اور کامیابی حاصل کی جیسے یہ شعر ملاحظہ ہو:

بینائی درست طلب کن کہ آفتاب

آفاق را بدیدۂ بینا گرفتہ است

نیز یہ کہ برہمن کے یہاں شاعری اپنی تمام کی تمام حسن وخوبی کے ساتھ جلوہ افروز ہے، برہمن نے بادہ وساغر کی باتیں بھی کی ہیں اور بڑے سلیقے سے کی ہیں، اس کے انداز بیان سے ایسا لگتا ہے جیسے وہ خود بھی مشرب ہو، لیکن اس نے اپنے ہی ایک شعر کے ذریعے یہ بھی واضح کر دیا کہ اس نے شراب کو چکھا تک نہیں۔ بادہ کے بارے میں جو اس کے شعر ہیں ملاحظہ فرمائیں:

شب است و ساغر و ساقی و کشت و مہتاب است

بیار می کہ ہنوز آفتاب در خواب است

☆☆☆

مرا ساقی شراب ارغوانی می توان دادن

بیک تہ جرعہ آب زندگانی میتوان دادن

اور اب برہمن کا وہ شعر دیکھیے جس میں اس نے یہ کہا ہے کہ شراب نے کبھی اس کے لبوں کو آلودہ نہ کیا:

برہمن بادۂ صافی دلان خون جگر باشد

بہ می ہرگز نشد آلودہ دامان ایاغ من

کلیات برہمن مرتبہ بہار سنامی کے صفحہ ۲۹۵ پر شرائط خمخانۂ عمر خیام اور عشرت کدۂ برہمن کے عنوان سے برہمن کی بادہ کے بارے میں رقم طراز ہے کہ:

"ہر یکی در صحن گلشن بر گلی دارد نظر

ما نظر بر جلوۂ آں گلعزاری داشتم

ہم نے اس خرابات نشینی کے تقاضے پر برہمن کا بھی خمخانۂ جاوید دیکھا اور خوب معائنہ کیا، بلکہ سب چھان مارا کہ آیا وہ اس نالائق مردود طرز بیان سے اپنا دامن رکھتا ہے، یا ناپاک کرتا ہے، آیا اس نے سخن سنج ہوتے ہوئے اسے منہ لگایا یا توڑ ڈالا، اب ہم میر ولی اللہ کو دکھاتے ہیں کہ سخن سنجی اور بادہ پرستی کا کوئی تعلق نہیں اگر تعلق ہے تو شرابیوں یا بدصحبتوں کا اس میکدۂ اخلاق وادب حقائق ومعارف میں سے محض (۳۲) شعر نکلے، گو ان کا سردار خمخانۂ برہمن ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، مگر

جہاں ہم نے دیگر شعرائے فارسی و اردو اور بالخصوص عمر خیام کے میخانہ سے چند جام پلاتے ہیں، اب یہاں یہ ضروری ہے، کہ عشرت کدۂ برہمن کے بھی چند جام پلائے جائیں کیوں کہ ان کی شاعری کا محاکمہ اس خمیر کے بجائے خام رہ جائے گا، برہمن اپنا پیالہ پیش فرماتے ہیں:

میدہد پیر مغان جام مئے و می گوید

با ادب باش کہ پیمانہ و پیمانی ہست

برہمن کے دیوان میں بیش تر غزلیات پانچ پانچ اشعار کی ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ برہمن نے دقت نظر سے اپنا دیوان مرتب کیا ہے اور بھرتی کے اشعار حذف کر دئے ہیں، اشعار کا اتنا نپا تلا انداز انتخاب خود گویا ہے کہ انھیں معیار پر غزل میں جگہ دی گئی ہے، برہمن کی بہت سی غزلیں ایسی بھی ہیں جن میں اشعار کی تعداد پانچ سے زیادہ ہے۔ بہار سنامی نے جو کلیات برہمن مرتب کیا اس کے حساب سے اس دیوان میں ۳۰۲ غزلیات، ۵۴ رباعیاں، ۳ قصائد، ایک مثنوی ایک اردو غزل اور متفرق مفردات ہیں، دیوان برہمن مرتبہ محمد امین عامؔر میں ۲۹۳ غزلیات اور ۳۴ رباعیاں ہیں۔ اس میں برہمن کی مثنوی اور قصائد کا ذکر نہیں ہے۔

چندر بھان برہمن نے شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی مگر غزل گوئی پر زیادہ توجہ دیا، اس کی غزل خوانی کے بارے میں ظہور الدین احمد اپنی تصنیف کے صفحہ ۱۰۸ پر رقم طراز ہیں:

''اس نے غزل سرائی میں کافی مشق کی تھی وہ ہر روز تازہ غزل لکھ کر افضل خاں کے سامنے پیش کیا کرتا تھا، اور ان سے اصلاح لیا کرتا تھا، جب سعد اللہ خاں وزیر اعظم ہوئے تو بھی یہ سلسلہ جاری رہا، ون ان خدمت میں بھی نظم و نثر کی بعض چیزیں اصلاح کے لئے بھیجا کرتا تھا، جوانی میں وہ اور خواجہ فتح چند، ظفر خاں کے ہمراہ بزم ہائے رنگیں میں شامل ہوتے تھے، ہفتہ میں ایک مرتبہ طرحی غزل کہتے تھے، آگرے میں خواجہ محمد صادق کے مکان پر ہفتے میں دو مرتبہ محفل مشاعرہ جمتی تھی، ملا شیدا، ملا ضمیر، ملا جلالی، عبد الرحیم، میر برہان، ملا حسینی اور ملا عبد اللطیف منشی وغیرہ جمع ہوتے تھے، چندر بھان بھی ان محافل میں حاضر ہوتا تھا اور اپنا کلام سنایا کرتا تھا۔''

برہمؔن کی اکثر غزلیں مختصر بحروں میں ہیں، اسکی زبان بہت سادہ ہے، تخیل قاری پر واضح ہو جاتا ہے، اور بیان بالکل صریح ہے، کلام میں سبک ہندی کی جھلک تو ضرور ہے مگر دقت آفرینی اور پیچیدگی نہیں، سرخوش نے اس کی خوب تعریف کی ہے وہ کہتا ہے کہ قدما کے رنگ میں شستہ اور صاف شعر کہتا تھا۔ برہمن کے کلام میں کہیں تجنیس رعایت لفظی اور ایہام کا استعمال ہے مثال ملاحظہ فرمائیں:

هوشی و قراری و شکیبی ز دلم برد
آب ماہ هلال ابروی، خورشید جبینی

☆☆☆

درین خیال چو مو گشتم و ز شوق ہنوز
خیال موی میان تو از میان نرود

☆☆☆

نسخۂ اعجاز بر گیرید از لعل بتان
ورنہ حال ما ز قانون شفا خواہد گذشت

تشبیہ اور استعارہ کی شگفتگی اور بانکپن نہ ہو تو شعر میں چمک نہیں پیدا ہوتی، تمثیل بھی ایک تشبیہ مرکب ہے نظیری کے یہاں خوب نظر آتی ہے اس نے اس کو عروج کامرانی بخشی۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں شعر کے پہلے مصرع میں ایک قول پیش کیا جاتا ہے اور دوسرے مصرع میں اس کی تائید کے لیے مثال پیش کی جاتی ہے تاکہ حاضر یا قاری اس بات کو سمجھ سکے برہمن کے یہاں بھی اس کا استعمال ہوا اور خوب ہوا:

پند ناصح نکند در دل عاشق اثری
مست را صحبت ہشیار نمی آید راست

☆☆☆

وفای عہد تو از بوالہوس نمی آید
کہ حفظ شعلہ ز دامان خس نمی آید

برہمن نے سعدی اور حافظ کا بھی مطالعہ کیا تھا اور ان کے تتبع میں شعر کہتا تھا برہمن کو خود بھی اپنے کلام پر بہت ناز تھا اپنے کلام میں بھی کئی جگہ اس نے اس کا اظہار کیا ہے، برہمن کی شاعری کے بارے میں سید محمد یونس اپنی تصنیف چندر بھان برہمن اکبر آبادی کے صفحہ ۹۷ پر اس کی شاعری کے متعلق رقم طراز ہیں:

''تذکرہ نویسوں نے برہمن کو ایک قادر الکلام شاعر اور صوفی مسلک قرار دیا ہے، جہاں تک زبان کی صفائی اور قدرتِ کلام کا تعلق ہے، اس میں شک نہیں کہ برہمن کی شاعری ان خوبیوں کی حامل ہے تصوف سے اس کی دلچسپی نہ صرف اس کا مسلک تھا بلکہ اس زمانے کے اکثر شعرا کا رنگ شاعری یہی تھا پھر برہمن تو فلسفۂ ویدانت، وحدت الوجود، ہمہ اوست وغیرہ پر ایمان رکھتا تھا اور دارا کی صحبت میں بھی اس کے خیالات میں

حدتک آزادی کا رجحان ملتا ہے۔ برہمن کی شاعری میں سادگی اور جذبات نگاری کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ اس کی غزلوں میں فلسفۂ ویدانت کا اثر نمایاں ہے، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

اے برتر از تصور وہم و گمان ما
اے درمیان ما و برون میان ما

☆☆☆

گذشت عمر دریں فکر و من نہ دانستم
کہ جرم کفر کدام و ثواب ایمان چیست''

برہمن کے کلام میں رباعیات کی تعداد بھی کافی مقدار میں پائی جاتی ہے، جواس نے مختلف، مواقع، تیوہار جنگوں اور جشنوں کے کہی ہیں۔ یاان جگہوں پر جہاں پر قصیدہ یا غزل کہنا مناسب نہ ہو یا وقت نہ درکار ہو۔ رباعی شاعری کی وہ صنف ہے جس کے ذریعے شاعر ۴ مصرعوں میں اپنی پوری بات کہہ دیتا ہے۔ رباعی کا دامن جس قدر وسیع ہے اسی قدر حسین بھی ہے اس میں پند و موعظت کے مضامین بھی بیان ہوتے ہیں اور محفل گرمانے کے لئے موسیقی کا کام بھی یہی رباعی ہی دیتی ہے۔ اس کی تاریخ انتہائی قدیم ہے، رباعی خالص عربی زبان ولغت کا لفظ ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رباعی عربی سے ہی فارسی واردو میں آئی لیکن پروفیسر محمود شیرانی نے رباعی کو ایران کے فارسی شعرا کی جدّتِ طبع کا نتیجہ بتایا ہے، بقول ڈاکٹر پرویز ''رباعی کا وزن ایران میں عربوں کی آمد سے بہت پہلے ہی اکثر دیہاتوں میں ''ترانہ'' کے نام سے عوام کی زبان پر جاری اشعار میں موجود تھا، دیگر زبانوں مثلاً انگریزی میں quatrain، پشتو میں چار بیتیہ، سنسکرت میں چار چرن، اور ہندی میں چوپائی، بھی بنیادی طور پر رباعی کے ہم وزن ہیں، رباعی کے نام تاریخ، ابتدا، ارتقا اور فن کے متعلق سید سلیمان ندوی مقالات سلیمان کے صفحہ ۳۲۱ پر لکھتے ہیں:

''فارسی کے اصناف سخن میں رباعی چار مصرعوں کی نظم ہوتی ہے مگر اس کوزہ میں سمندر بند ہوتا ہے بڑے سے بڑا فلسفیانہ خیال دقیق سے دقیق اخلاقی نقطہ اور پیچیدہ سے پیچیدہ صوفیانہ مسئلہ جو صفحوں اور دفتروں میں نہیں سماتا دو سطروں میں پورا کا پورا ادا ہو جاتا ہے۔''

برہمن کی رباعیات کے بارے میں محمد امین عامر مرتب دیوان برہمن نے اپنی تصنیف کے صفحہ ق پر لکھا ہے:

''رباعیات برہمن هم با افکار بلند و با معانی عمیق و پخته زنده و جاوید میباشد موضوعاتش بیشتر از فکر و فلاسفه، عشق حقیقی، و تصوف است که از همین وسیله برہمن مردم را به راه زندگانی حقیقی و اصلی رهبری می نماید و

آنرا باقرار اخلاق عالی زندگانی آشنا می کند تا مردم این راه را گزیده بمنزل بتواند برسد و مقصد حقیقی زندگانی را بتواند دریافت بکند که همین کامرانی اصلی زنگانیست۔

زیر سطریك رباعی ملاحظه بشود که دران عشق را سرمایۂ زندگانی و اسباب نشاط و کامرانی قرار داده است:

سرمایۂ عمر جاودانی عشق است
سرمایۂ آب زندگانی عشق است
اسباب نشاط و کامرانی عشق است
عنوان صحیفۂ معانی عشق است

چندر بھان برہمن کے کلام میں ایک مثنوی بھی پائی جاتی ہے جو اولاً نول کشور پریس نے ۱۸۸۵ء میں دوسرے رسائل کے ساتھ شائع ہوئی اس تصنیف کا نام مجموعۂ رسائل ہے مگر اس مثنوی کا کوئی نام نہ رکھا گیا فقط مثنوی رائے چندر بھان لکھا ہوا ہے، مثنوی کا موضوع اخلاق وتصوف ہے اخلاق درویشانہ ہیں، اول قناعت وتوکل کی زندگی، ہوا و ہوس سے پرہیز اور ترک علائق دنیوی کی ترغیب ہے اس کے بعد ریاضت نفس شروع ہو جاتی ہے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے لیے مجاہدہ کیا جاتا ہے گناہوں سے توبہ اشک باری گریہ وزاری، اور شب بیداری شیوہ ٹھہرتا ہے۔ مثنوی رائے چندر بھان طبع نول کشور ۱۸۸۵ء کے مقدمہ میں اس کی اہمیت افادیت سال طباعت اور منشی جی کی رائے کے بارے میں اس طرح رقم ہے:

”رسالۂ چہارم موسوم به مثنوی رائے چندر بهان برہمن اکبرآبادی که در باطن مرد میدان معرفت بود و در بحر توحید مستغرق و در انشا نگاری یگانه این مثنوی نادر از تصنیفات وی است که رنگ شوق عشق و ولوله باطنی را در جلباب معرفت به تعبیع آراسته کمالاتش او نظمش ہویدا در تذکره نوشته است که این شخص ملازم شاہزاده دارا شکوه بود روزی شاہزاده زور طبعش در فن شعر بحضور بادشاه صاحب قران ثانی اظهار نمود حکم احضارش گردید ہنگام استیلام عتبه این مطلع بعرض رسانید:

مرا دلیست بہ کفر آشنا کہ چندین بار

بہ کعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

شاہزادہ بوفور قدردانی ویرا بخلعت فاخرہ نواخت الحاصل این مجموعۂ چار کتاب نادر الوجود کہ بہ پیرایہ یکرنگی مضامین آرایش دارد بہ تفحص بسیار بہر رسانیدہ از آنجا کہ اشاعت این جواہر زواہر کہ لائق ترصیح افسر روزگار است ــــــــــــــــ"

برہمن کی اس مثنوی کے رموز ونکات کے بارے میں ظہورالدین احمد اپنی تصنیف کے صفحہ ۱۱۲ پر یوں لکھتے ہیں کہ:

برہمن نے بتایا ہے کہ فقیر کے لیے دنیا اور دنیا کی دلچسپیاں ہیچ ہیں ان کے ہنگاموں کو حقیر جانو، اور ان سے الگ رہو۔ دانا وہی ہے جو ان سے بچتا ہے:

بر عاقل جہان باشد سرابی

بود معمورۂ عالم خرابی

☆☆☆

چیست این جہان پر شر و شور

خانۂ تنگ و تیرہ چون دل مور

یہ سب کچھ کیوں ترک کیا جا رہا ہے اس محبوب حقیقی کی خاطر اگر سب کچھ فنا کر کے اس کا وصال مل جائے تو سب کچھ مل گیا اس فنا میں بقا ہے:

فنای مطلق ار خواہی فنا شو

اگر خواہی بقا، از خود جدا شو

فقیر کو آخر میں تسخیر کائنات کی وہ قوتیں مل جاتی ہیں، جن کے لیے وہ سرگرداں ہوتا ہے وہ اپنے محبوب میں ضم ہو کر زمین و آسمان کی گردشوں پر حاکم ہو جاتا ہے، برہمن کی غزلیات میں بھی یہی خیال ابھر کر سامنے آیا ہے وہ عشق کے حاصل کو بڑے اعتماد سے پیش کرتا ہے فقیری میں امیری اور گدائی میں بادشاہت کا تصور بہت کم صوفی شعرا میں نکھر کر سامنے آیا ہے اکثر صوفی اپنی خودی کھو کر فنا فی المحبوب کو پا کر اپنا منتہائے کمال سمجھتے ہیں، پھر ان کی کوئی آرزو نہیں رہتی اگر چہ محبوب کو پا کر انہیں سب کچھ مل جاتا ہے لیکن اس مرحلے کے بعد رب الکائنات کا عاشق جن قوتوں سے مسلح ہو جاتا ہے ان کا ذکر بہت کم

شعرا نے کیا ہے رومی اور سعدی کے بعد نزدیکی زمانے میں علامہ اقبال نے اس کو خوب اجاگر کیا، برہمن کہتا ہے:

چرخ در دامن تو سر گرداں
ماہ در پیش تابش تو نہان

☆☆☆

تو نجنگ فلک سوار شوی
سایہ افگن بہر دیار شوی

برہمن کو اس بات کا بھی احساس ہے کہ شعر گوئی بڑا مشکل فن ہے خون جگر پی کر اور مغز ماری کرنے کے بعد ہی کوئی شعر نکلتا ہے اسے یہ بھی پتا ہے کہ جب ایک خیال ذہن میں آتا ہے تو اس کی شکل وصورت واضح نہیں ہوتی تب افکار کی زنجیریں اسے قلم کے ذریعہ قید کر کے قرطاس کے زندان میں منتقل کر دیتی ہیں اور تھوڑی سی کشم کش کے بعد وہ اپنے اصل رنگ میں جلوہ فروز ہوتا ہے یعنی اس کے نقوش اجاگر ہو جاتے ہیں:

چیست سخن گوہر ناسفتہ ای
نکتۂ ناگفتہ بہ از گفتہ ای

☆☆☆

غیر سخن نیست درون و برون
نکتہ ز خون جگر آید برون

محمد یونس نے اپنی تصنیف ''چندر بھان برہمن اکبرآبادی حیات وخدمات'' میں اس مثنوی پر تفصیل سے بحث کی ہے خود انھی کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں:

''دیوان غزلیات کے علاوہ برہمن نے ایک مختصر فارسی مثنوی بھی لکھی تھی جس میں مختلف بحریں استعمال کی ہیں عام طور پر کسی تذکرہ نگار نے اس مثنوی کا ذکر نہیں کیا یا اسے قابل اعتنا نہیں سمجھا ہے لیکن اس مثنوی کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ برہمن کے کلام میں کس قدر پختگی، روانی اور زور واثر ہے، تصوف اور ویدانت کے خیالات اس مثنوی میں بھی موجود ہیں، زور بیان صفائی اور روانی کا نمونہ ملاحظہ ہو:

جراحت خانہ زاد سینۂ من
محبت محرم دیرینہ من

دل من طفل نادان محبت

سبق خوان دلبستان محبت

سرم سودائی بازار عشق است

دلم بستۂ زنار عشق است

ز آہ گرم آتش می فشانم

بہ آب دیدہ بر می نشانم

گہی از آب و گاہ از آتشم شاد

سروکارم بہ آب و آتش افتاد

نہانی آتشی دارم بہ سینہ

بہ آئینی کہ مے در آبگینہ

برہمن کا کلیات جب بھگونت رائے بہار سنامی نے مرتب کیا تو اس نے اس مثنوی کو ھفت بحر کا نام دیا۔ حالاں کہ مثنوی میں کوئی اس نام کی صراحت موجود نہیں، موضوع میں کوئی تسلسل نہیں نہ ہی کوئی کہانی کوئی داستان ہے جس کے سات جزو ہوں اور نہ ہی کوئی ایسا موضوع ہے جس کو سات فصلوں میں منقسم کیا جا سکے۔ البتہ اس مثنوی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایک انکشاف ہوتا ہے کہ اس میں سات مناجاتیں ہیں جو مختلف جگہوں پر ھو، ھوالرحمٰن، ۔۔۔ وغیرہ کے نام سے ہیں شاید بہار سنامی نے اسی مناسبت سے اس مثنوی کا نام ھفت بحر رکھا مثنوی کا آغاز دعا سے ہوتا ہے:

خداوندا دلی دہ محرم راز

کہ بر رویش در معنی بود باز

یہ مثنوی مختلف نظموں پر مشتمل ہے، دو نظمیں آفتاب کو مخاطب کر کے لکھی ہیں دو طویل نظمیں شاہجہاں کی مدح و ستائش میں ہیں تین ٹکڑے قلم و سخن کی تعریف میں دو قطعات عشق کی تعریف میں دو بہار و ماہتاب کی کیفیات میں ایک نفس امارہ کے بیان میں ایک بے ثباتی روزگار اور ایک جوانی کے احوال پر ہے۔ اشعار سے شاعر کے دل و دماغ کی کیفیات جذب درونی اور ولولہ عشق ظاہر ہے وہ بڑی دل جمعی اور اعتماد سے بات کہتا ہے وہ سلوک و طریقت کے رموز کو جانتا ہے راہ عشق اور اس کے مقامات سے آشنا ہے انسانی کوتاہیوں اور لغزشوں سے واقف ہے اور منزل کی دشواریوں اور رکاوٹوں سے آگاہ ہے اس لیے وہ راہ پر آنے والوں کو راہ و چاہ سے باخبر کرتا ہے خود اپنا درد دل بیان کرتا ہے وہ عشق

شوریدہ کے ہاتھوں نالاں ہے اور خدا سے ثبات واستغنا کی دعائیں مانگتا ہے۔ برہمن نے اپنی مثنوی میں قلم کی تعریف میں بھی کچھ اشعار کہے ہیں جو ان کی مستقل نظم کی حیثیت رکھتے ہیں قلم کی تعریف کرنا جائز بھی نظر آتا ہے کیوں کہ یہ وہی شے ہے جو دنیا کو کسی انسان کی اہمیت کا نظارہ دکھلاتا ہے برہمن نے اپنے قلم کو نظر انداز نہیں کیا اور اس کے لیے بھی اشعار کہہ دیے، ملاحظہ فرمائیں:

قلم نقاش نقش روزگار است
قلم جادو ادای سحر کار است

☆☆☆

قلم را گر نہ باشد بند بر پای
چو مرغ و ہم بر گردوں کند جای

☆☆☆

سخن مرغبت صیادش تو باشی
فریب دامع آزادش تو باشی

☆☆☆

فضائی طبع کردد از تو گلشن
سواد دیدہ باشد از تو روشن

برہمن کو معنی آفرینی میں بھی کمال حاصل تھا نئے خیالات اور نئے مضامین بھی ان کے اشعار میں نظر آتے ہیں جس سے ان کی طبیعت کی اپج کا اندازہ ہوتا ہے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ز فیض عشق گشتم جملہ تن گوش
چو سوسن دہ زباں و جملہ خاموش

☆☆☆

خرد مزدور ارباب جنوں است
خرد حمال اسباب جنوں است

برہمن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے فلسفہ میں نئی نئی تراکیب ایجاد کیں ہیں انھوں نے خرد کو اور جنوں کے بیچ جو رشتہ قائم کیا وہ قابل دید ہے برہمن نے خرد کو ارباب اور جنوں کا مزدور قرار دینا انھیں کا کام ہے معنی آفرینی کے مزید نمونے دیکھیے:

محبت چوں شراری بر فروزد
نہ تنہا خام اول پختہ سوزد

☆☆☆

نہانی شعلہ ایں آتش تیز
کند دامان مژگاں را شرر ریز

☆☆☆

بہ بندد لخت دل بر دوش مژگاں
شود خوں ریز مژگاں تا بداماں

دامان مژگاں اور دوش مژگاں کی ترکیبیں بھی ان کی بلند خیالی کی دلیل ہیں، وہ قطع علائق اور تجرد کی تعلیم دیتے ہیں:

قطع تعلق کن و آزاد شو
مشق تجرد کن و آزاد شو

☆☆☆

قرب حق خواہی ای برادر من
سنگ بر شیشہ تعلق زن

برہمن کے نزدیک شوق کے بغیر سوز حاصل نہیں ہوتا، اگر سوز چاہیے تو شوق کے نمک کو لانا چاہئے ورنہ سوز ناممکن ہے:

سوز ترا گر نمک شوق نیست
کام ترا چاشنی ذوق نیست

برہمن کے خیالات یگانہ ہیں، ایک جگہ کہتے ہیں کہ اگر محاسبہ نفس کیا جائے اور اپنی حالت کا جائزہ لیا جائے تو انسان پر اسرار حقیقت آشکار ہوتے ہیں:

گــر تــو ز خــود کــرده پشیمــان شــوی
دم بــخــود و ســر بــه گــریبــان شــوی

☆☆☆

طبــع تــو لبــریــز مــعــانــی شــود
مــحــرم اســرار مــعــانــی شــود

یہاں پر انھوں نے جونفی خودی اور نفی ذات کی بات ہے یا تعلیم دی ہے اسی بات کی دوسری جگہ مزید وضاحت کرتے ہیں:

ہستــی ذلــت تــو حــجــاب تــو بــس
پــردۂ انــکــار نــقــاب تــو بــس

برہمن کا ماننا ہے کہ اگر انسان اپنی ذات کا تصور کر سکتا ہے تبھی وہ اسرار و رموز کو سمجھ سکتا ہے، یعنی اپنی ذات کے تصور ہی سے سارے رجحانات ہیں اور حقائق پر نقابیں پڑی ہوئی ہیں اور اس کے آگے کہتے ہیں کہ راہ توحید پر چلنے والے اپنی ہستی کو بھی فراموش کر دیتے ہیں:

ســر ز ســر پــردۂ وحــدت بــر آر
ســایــۂ خــود ز خــود نیــز دور دار

اسی لیے وہ توکل کا درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور قناعت اختیار کرنے پر زور دیتے ہیں، انھیں کے سخن میں ملاحظہ فرمائیں:

راه رو مــلك قــنــاعــت شــدن
بــه کــه گــرفتــار بـضــاعــت شــدن

☆☆☆

آب رخ مــرد تــوکــل گــزیــں
بــس بــود از قــطــرۂ جــوی جبیــں

☆☆☆

مــــرد چــــو در راہ تــــوکـــل بـــود
خـــار مـــغيـــلاں بـــہ رہـــش گـــل بـــود

برہمن عمر ناپائداری کی بے ثباتی اور دنیا کی فنا پذیری کا بیان بڑی ہی عبرت انگیزی سے کرتے ہیں یہ مضمون اکثر شعرا نے باندھا ہے لیکن برہمن کی سادگی تخیل اور عبرت آفرینی کا انداز دیکھیے:

عـــمـــر در فـــکـــر ســود و ســودا رفـــت
ہـــمــــچــــو وی صــد ہـــزار فـــردا رفـــت

☆☆☆

ســبـــزہ و ســنـبـــل ہـــمـــہ را رو مـــہ خـــاك
لالـــــہ و گـــل را ہـــمـــہ تـــن جـــامـــہ چـــاك

☆☆☆

خـــاك شـــود ہـــر کـــہ بـــہ عـــالـــم دراســت
کـــر مـــئـــی بـــازار پـــئـــے خـــاکـــســتـــر اســت

عالمِ ناپائدار کے بارے میں اکثر شعراء ادباء نے اپنے اپنے خیالات اپنی نگارشات میں پیش کیے ہیں، برہمن نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے خیالات کی ندرت انداز بیان کی سلاست کلام کی پختگی اور زبان پر قدرت ملاحظہ ہو:

در نـــظـــر ہـــای خـــاص اہـــل نـــظـــر
زر بـــود خـــاص و خـــاك و خـــاك بـــاشـــد زر

☆☆☆

در نـــظـــر ہـــای خـــاص اہـــل کـــمـــال
یك جـــو عـــلـــم بـــہ زخـــر مـــن مـــال

☆☆☆

علم علم خدائے آمد و بس

بہ خدا آشنائے آمد و بس

برہمن نے کبھی انسان کی عظمت کا ترانہ گایا اور کبھی علم کی لیکن یہاں بھی وہ اپنے زمانے کی علمی و ادبی تحریک تصوف اور ویدانت کے امتزاج سے متاثر نظر آتے ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس زمانے میں انسان کی عظمت کا ترانہ پیش کرنا ایک آواز تھی، انسان کو جہاں گرد اور فلک رفتار کہنے کے ساتھ وہ یہ بھی کہنے میں دریغ نہیں کرتے کہ زمانے کی جنبش انسان کے ہاتھ میں ہے اور انسان اپنی رفعت مقام کو سمجھ لے تو یہ جہان اس کے قدموں میں جھک جائے:

اے دلت آفتاب نورانی

چہ فرد ماندہ ای بہ حیرانی

☆☆☆

چرخ در دامن تو سرگرداں

ماہ در پیش تابش تو نہاں

برہمن توحید پر عقیدہ رکھتا تھا، اس کی حمد و مناجات میں توحید کے عقائد نمایاں ہیں، وہ دلائل و براہین سے عقیدۂ توحید کا اثبات پیش کرتا ہے، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ہنگامۂ شوق تازہ از تو

بر چہرہ حسن غازہ از تو

☆☆☆

از جلوۂ ماہ تا بہ ماہی

بر وحدت تو دہد گواہی

مثنوی کا آغاز ''حمد'' کی نظم سے ہوتا ہے، پھر مناجات کے آٹھ شعروں کی دوسری نظم ہے، پوری مثنوی ۵۷۳ اشعار پر مشتمل ہے جس میں ۱۱۹ اشعار شاہجہاں کی مدح میں ہیں، یہ بھی اسی بات کا ثبوت ہے کہ نظم عہد شاہجہاں میں کہی گئی ہے اور برہمن اسی دور کا بلند مرتبہ شاعر تھا۔ برہمن کے خیالات پر قنوطیت کا کوئی اثر نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ بہت پر امید نظر آتے ہیں:

بر آرد، ہمچو برگ تازہ روزی سر ز شاخ گل
کسی کو ہمچو طفل غنچہ سر در پیرہن دارد

سر از دریچۂ صبح امید کرد بردن
کسی کہ دامن شب ہائی انتظار گرفت

لفظی صناعی اور الفاظ کے معمولی ردو بدل سے معنی آفرینی پر بھی انھیں بڑی قدرت حاصل تھی:

اگر ز دیدۂ رود آب دیدۂ منت دار
کہ آب چشم تو از بہر آبرو کافی ست

برہمن کی شاعری کی عظمت کا اس اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے انہوں نے تشبیہات استعارات صنائع بدائع ترکیبات کا استعمال کیا ہے برہمن کی عظمت کا اندازہ ان چند مثالوں سے لگایا جا سکتا ہے:

سوختہ جانی کہ محبت در دست
ہمچو گل تازہ پر از رنگ و بوست

☆☆☆

خیال روی کسی جلوہ کرد چوں خورشید
فروز ظلمت شب ہائی انتظار شکست

☆☆☆

دارم دلی شکستہ کہ بر آتش فراق
چوں مو بروی شعلہ بصد پیچ و تاب سوخت

☆☆☆

چو لالہ داغ غم عشق بر جبیں دارم
چو گلو و لخت خوں در آستیں دارم

☆☆☆

مانند غنچہ خموشیم برہمنؔ

لیکن پر از نواست چو بلبل زباں ما

اس طرح برہمن کی شاعری عظمت آدم اور خدمات انسانیت کی شاعری ہے، جس میں دنیا کی بے ثباتی انسان کی بے وقعتی اور کائنات کی ناپائداری کا درس ہے اور اس فانی دنیا پر آخرت کو فوقیت حاصل ہے اس لئے محققین کی یہ رائے ہے کہ برہمن کا فلسفۂ زیست اور فلسفۂ اسلام میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے جہاں انسان کا پیغام خدمت محنت مروت محبت اور یکسانیت ہے اور اگر کوئی بڑا ہے تو اپنے اعمال کی وجہ سے ذات پات اور علاقائیت کی کوئی بندش نہیں ہے عربی عجمی گورے کالے اور پست و بلند سب برابر ہیں:

''ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز''